مولانا محمد جعفر پھلواروی

ایک حدیث

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی امام ترمذی نے اپنی سنن میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے :

من اصاب حدًّا فعجل عقوبتہ فی الدنیا فاللہ تعالیٰ اعدل من ان یثنّی علی عبدہ العقوبۃ فی الاٰخرۃ۔ ومن اصاب حدًّا فسترہ اللہ تعالیٰ علیہ وعفا عنہ فاللہ اکرم من ان یعود فی شئ قد عفا عنہ۔

جو شخص قابلِ حد جرم کا مرتکب ہوا اور جلد ہی اسے اس دنیا میں سزا مل جائے تو عدلِ خداوندی یہ گوارا نہ کرے گا کہ آخرت میں بھی اسے دوبارہ اس جرم کی سزا دے۔ اور جو شخص قابلِ حد جرم کا ارتکاب کرے اور اللہ اس کے اس جرم کو پوشیدہ رکھے اور معاف بھی کر دے تو اس کا کرم یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ جس جرم کو یہاں معاف کر چکا ہے اس کا حساب کتاب آخرت میں از سرِ نو کرے۔

قرآن کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ :

غلطی اور گناہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اور یہی وہ چیز ہے جو انسان کو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ فرشتے یا حیوانات نہ کوئی گناہ کرتے ہیں نہ غلطی۔ لیکن انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس میں خطا کرنے اور خطا سے بچنے کی دوگونہ صلاحیت رکھی گئی ہے۔ ٹھوکریں کھا کھا کر سنبھلنا ایک ایسی امتیازی صفت ہے جو انسان ہی میں پائی جاتی ہے اور یہی اسے ارتقائے لامحدود کی طرف لے جاتی ہے۔ جس مخلوق میں یہ صفت موجود نہیں اس میں ارتقا بھی نہیں۔ یہ صفتِ خطا انسان کے لیے سبب ارتقا اس وقت بنتی ہے جب اس کی مکمل تلافی کر دی جائے۔ خواہ کسی بڑی نیکی سے اسے ڈھانپ لیا جائے یا غلطی کی سزا بھگت کر اسے دھو دیا جائے یا آئندہ کے لیے اس خطا سے پورے صدقِ دل کے ساتھ توبہ کر لی جائے۔

پیشِ نظر حدیث میں غلطی کی سزاؤں کا ذکر ہے اور وہ بھی تمام قسم کی سزاؤں کا نہیں بلکہ ایک

خاص اور معین قسم کی سزا کا ذکر ہے جسے حَدّ (جمع حدود) کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں صرف چند سزاؤں کا ذکر ہے۔ مثلاً:

۱۔ قتل کی سزا قتل یا خوں بہا (اگر ورثا راضی ہوں)

۲۔ کسی عضو کے نقصان کے عوض اسی عضو کا ویسا ہی نقصان یا مالی قصاص (اگر نقصان اٹھانے والا راضی ہو)

۳۔ چوری کی سزا ہاتھ کاٹ ڈالنا۔

۴۔ زنا کی سزا سَو کوڑے۔

۵۔ اتہام زنا کی سزا اسّی کوڑے۔

۶۔ بغاوت کی سزا قتل یا سولی یا ہاتھ پاؤں کاٹنا یا شہر بدر کرنا (یا قید کرنا)

جو سزائیں منصوص اور معین نہیں انھیں تعزیر کہتے ہیں۔ جرائم بے شمار ہیں اور ان کی نوعیت کے مطابق سزا میں خفت یا شدت اختیار کی جاتی ہے اور اس کا انحصار امام، امیر یا قاضی کی صوابدید پر ہے۔ بہر حال حد جاری کی جائے یا تعزیر ہو لفظ عقوبت کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔

زیر نظر حدیث میں اگرچہ ذکر صرف حد اور اس کی سزا (عقوبت) کا ہے لیکن تعزیر مالی عقوبت و سزا بھی اسی میں داخل ہے کیونکہ غیر قرآنی سزاؤں پر بھی لفظ حد کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثلاً نشہ استعمال کرنے کی سزا کو حدِّ شربِ الخمر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ قرآن میں اس کی سزا کا ذکر نہیں لیکن صحیح احادیث میں اس سزا کا ذکر موجود ہے۔ کہیں چالیس کوڑے اور کہیں اسّی کوڑے۔

حدود جاری کرنے کے سلسلے میں نوعیت جرم، گواہی، دیگر شرائط وغیرہ کی بڑی طویل تفصیلات ہیں جو اس وقت پیش نظر نہیں۔ گفتگو زیر بحث حدیث کے مضمون پر کرنی ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی جرم یا گناہ کرے تو اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں۔ یا تو اس کا جرم ظاہر اور ثابت ہونے کی وجہ سے اسے سزا دی جاتی ہے یا نہ ہونے کی وجہ سے وہ پوشیدہ رہتا ہے اور اس دنیا میں اسے اس کی سزا نہیں ملتی۔ ان دونوں صورتوں میں اس مجرم کا انجام آخرت میں کیا ہوگا؟ کیا سزا یافتہ کو آخرت میں بھی سزا دی جائے گی؟ اور کیا وہاں اس شخص کو سزا ملے گی جسے جرم

پوشیدہ ہونے کی وجہ سے یہاں سزا نہ مل سکی تھی ؟ یہ حدیث دونوں کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ جسے دنیا میں جرم کی سزا مل چکی ہے اسے آخرت ہی میں دوبارہ مزید سزا دینا عدلِ خداوندی کے مطابق نہیں ۔ قانونِ عدل کا تو تقاضا یہ تھا کہ اسے سزائے جرم ملے ۔ وہ مل چکی ۔ عدل کے علاوہ اسکی بارگاہ میں بے پایاں رحمت بھی ہے اور اس رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے دوبارہ سزا نہ دی جائے۔ اور جس کا جرم اس دنیا میں پوشیدہ رہا اور اللہ نے اسے معاف کر دیا تو اس کی رحمت کے علاوہ اس کی شانِ ستاری کا اقتضا یہ ہے کہ وہ آخرت میں بھی اس کی ستر پوشی فرمائے گا اور وہاں بھی عفو و درگزر سے کام لے گا ۔ مواخذہ سے محفوظ رکھے گا ۔ دوسرے لفظوں میں اگر دنیا میں جرم کی سزا مل جاتی ہے تو وہ بھی رحمت ہے اور اگر سزا نہیں ملتی یعنی دنیا میں اس کا پردہ رکھا گیا تو یہ بھی اس کی رحمت ہی ہے ۔

تاہم اس سلسلے میں چند نکات ایسے ہیں جن کو کسی وقت فراموش نہیں کیا جا سکتا اور نہ کرنا چاہیے ؛

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری و غفاری اس کے لیے ہے جو اپنے جرم پر نادم ہو ۔ ڈھیٹ نہ ہو ۔ جرم پر اصرار نہ ہو بلکہ سچے دل سے اس جرم سے باز رہنے کا عزم کر لیا ہو ۔ یہ اور بات ہے کہ غفلت کی انسانی کمزوری یا بشری تقاضے سے اس لغزش کا پھر اعادہ ہو جائے۔ بار بار خطا کرنا خدا کو اتنا گوارا نہیں ۔ اسے ناگوار ضد اور ہٹ دھرمی ہے ۔ غلطی پر اصرار ہے اور اکڑے رہنا ہے ۔ نافرمانی جناب آدمؑ سے بھی ہوئی اور شیطان لعین سے بھی ہوئی ۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ شیطان تکبّر کے ساتھ اڑا رہا ۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین ۔ اور اپنی نافرمانی کی منطقی توجیہیں پیش کرتا رہا ۔ انا خیر منہ ۔ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ۔ مگر آدمؑ نے اعترافِ خطا کا سر جھکا دیا اور بے تامل پکار اٹھے کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ نتیجہ یہ کہ شیطان راندہ گیا اور آدم کے سر پہ تاجِ خلافت رکھا گیا ۔ فرشتے گناہ یا نافرمانی نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں ۔ مگر آدم سے گناہ ہو گیا ۔ وعصیٰ ادم ربہ فغوی ۔ مگر یہ منظر دیکھنے کے قابل ہے کہ معصوم و بے گناہ فرشتوں کو بحکم الٰہی ایک عاصی و خاطی آدم کے آگے سجدہ ریز ہونا پڑا ۔ ابلیس نے آدم کے آگے جھکنے سے انکار کیا اور ہمیشہ کے لیے راندہ کیا گیا ۔ فرشتوں کو خلافت نہ ملی کیوں ۔ ؟

اس لیے کہ وہ معصوم و بے گناہ تھے اور ایسی بے خطا مخلوق ارتقا سے خالی ہوتی ہے مگر آدم بنی نوع انسان — وہ مخلوق ہے جو خطا اور غلطی کرتی ہے۔ گناہ اور نافرمانی کرتی ہے لیکن آدم کی طرح ٹھوکر کھا کر سنبھل جاتی ہے اور غلطی کی ایسی تلافی کر لیتی ہے کہ اس کا درجہ پہلے سے بھی زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔ یہ امتیاز صرف بنی آدم ہی کو حاصل ہے کسی اور مخلوق کو نصیب نہیں۔

دوسری چیز یہ ہے کہ اگر کوئی مجرم اپنے جرم کی سزا بھگتنے کے لیے خود اپنے آپ کو حاکم وقت کے سامنے پیش کر دیتا ہے تو یہ اس کا بہت بڑا کمال ہے اور اس کی ندامت پر دال ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ انسان اپنی شدید جسمانی اذیت اور برسرعام رسوائی کو محض آخرت کی عقوبت و رسوائی سے بچنے کے لیے برداشت کرے۔ پختہ اور غیر متزلزل ایمان بالآخرۃ کے بغیر کون ایسی جرأت و ہمت کر سکتا ہے؟ ایسے شخص کے متعلق بلا شبہ یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خطا کو معاف فرما دے گا۔ اسے پاک کر دے گا اور آخرت میں اسے دوبارہ اس جرم کی سزا نہ دے گا اور جس کا جرم ڈھکا چھپا رہا اور دنیا میں وہ اس کی سزا سے محفوظ رہا اس کی اگر آخرت میں بھی ستر پوشی و معافی ہو جائے تو اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہیے جس خدائے کریم کی ستاری نے دنیا میں اپنا کرشمہ دکھایا وہی عقبیٰ میں بھی اپنی کریمی و ستاری کا جلوہ دکھائے گا۔ اور جس ستار عیوب نے دنیا میں اسے سزا سے بچا لیا وہ آخرت میں بھی سزا سے محفوظ رکھے گا۔ اگر "عدل" سزا کا مطالبہ کرتا ہے تو "فضل" بھی کچھ تقاضا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رحمت و عنایت بھی اسی گنہ گار کے لیے ہے جسے اپنے کیے پر ندامت ہے۔ شرمندگی ہے۔ غلطی کا اقرار اور خطا کا اعتراف ہے۔ پھر توبہ و انابت کا رجحان بھی رکھتا ہے۔ بے حیائی اور ڈھٹائی کا جذبہ نہیں رکھتا۔

ایک تیسرا اور ضروری نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ ستر پوشی اور عفو و درگزر انہی خطاؤں کے لیے ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ہے یعنی وہ صرف خدا کا گناہ ہے جس میں دوسرے بندے کا کوئی دخل نہیں لیکن اگر اس گناہ کا تعلق بندے سے ہے تو اسے خدا اس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا جب تک وہ بندہ خود نہ معاف کر دے کسی کا دل دکھایا ہو کسی کی جان، مال، آبرو کو نقصان پہنچایا ہو کسی کو جسمانی یا روحانی اذیت پہنچائی ہو کسی کا کوئی حق دبا

لیا ہو تو یہ وہ گناہ ہیں جن کا تعلق بندوں سے ہے اور جب تک ان گناہوں کی پوری تلافی اسی دنیوی زندگی میں نہ کر لی جائے تب تک اس کی معافی کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ تلافی کی بہت سی شکلیں ہیں۔ ان کی تفصیلات میں جانا اس وقت مقصود نہیں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ اگر یہاں اس کی تلافی یا تدارک ہو گیا ہو تو آخرت میں بھی اس کی معافی ہو سکتی ہے ورنہ عقبیٰ میں اس کی تلافی یوں ہو گی ۔۔۔ جیسا کہ آپ پچھلے کسی مضمون میں پڑھ چکے ہوں گے۔ کہ اس کی نیکیاں ایک ایک کر کے ان بندوں کو دی جائیں گی جن کی اس نے حق تلفیاں کی ہیں اور اگر اس کی نیکیاں اس طرح ختم ہو گئی ہوں گی تو جن بندوں کی اس نے حق تلفیاں کی ہیں ان کی بُرائیاں اس کے سر ڈال دی جائیں ۔ اس طرح ایک طرف تو اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور دوسری طرف دوسروں کی بُرائیاں اس کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی، اور یہ تلافی کی وہ شکل ہو گی جو اسے کھوکھلا کر کے سیدھا دوزخ میں پہنچا دے گی۔

معارفِ حدیث

یعنی

حاکم نیشاپوری کی "معرفۃ علوم الحدیث" کا اردو ترجمہ

از مولانا محمد جعفر پھلواروی

حاکم نیشاپوری کی مشہور تالیف "معرفۃ علوم الحدیث" علم حدیث کی ایک فنی کتاب ہے۔ اس میں شمولہ اہم مضامین کو جانے بغیر کوئی شخص محدث نہیں بن سکتا۔ یہ کتاب اسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ مترجم نے جا بجا مفید حواشی بھی دیے ہیں۔ فنِ حدیث سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

صفحات : ۳۸۸ قیمت : ۱۱ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور